پروفیسر حکیم عنایت اللہ سوہدروی اور علامہ احسان الٰہی ظہیر کی ایک یادگار ملاقات

عبدالرشید عراقی

پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم ایک مشہور طبیب' ادیب' دانشور' نقاد' مقرر' مصنف اور شاعر تھے۔ شعر و ادب سے خاص ذوق تھا اور طبیب بھی حاذق تھے۔ ۱۹۱۲ء میں سوہدرہ میں پیدا ہوئے۔ مؤلف تاریخ ککے زئی مولوی ابوالمحمود ہدائیت اللہ سوہدروی اور حکیم عنایت اللہ نسیم کا ایک تعلق ایک خاندان سے ہی تھا۔ حکیم صاحب نے مڈل کا امتحان سوہدرہ سے پاس کیا اور میٹرک کا امتحان مشن ہائی سکول وزیر آباد سے کیا۔ دینی تعلیم مولانا غلام نبی الربانی سے حاصل کی۔

دوران تعلیم مولانا ظفر علی خاں سے تعلق پیدا ہوا۔ جو مولانا ظفر علی خاں کے انتقال ۱۹۵۶ء تک قائم رہا اور مولانا ظفر علی خاں کی تحریک پر طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں داخل ہوئے اور پانچ سال میں فاضل الطب والجراحت کا امتحان امتیازی نمبروں میں پاس کیا۔ حکیم صاحب نے اپنے زمانہ طالب علمی میں ملکی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا اور ساری زندگی کسی نہ کسی طرح ان کا سیاست سے تعلق رہا۔ قومی اور ملی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ شروع ہی سے مسلم لیگ سے وابستہ ہوئے۔ ۳ سال تک جماعت اسلامی سے بھی تعلق رہا۔ جب مولانا امین احسن اصلاحی' مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف' غازی عبدالجبار وغیرہ نے جماعت اسلامی سے علیحدگی اختیار کی تو حکیم صاحب بھی جماعت اسلامی سے علیحدہ ہوگئے۔

قیام علی گڑھ کے دوران قادیانیت کے خلاف بھی حکیم صاحب نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ شورش کاشمیری مرحوم نے اپنی کتاب تحریک ختم نبوت میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم کو شروع سے ہی برصغیر کی ممتاز علمی' دینی' ادبی اور سیاسی شخصیات سے ملنے کا شوق تھا۔ اس لئے حکیم صاحب نے برصغیر کی ممتاز شخصیات سے ملاقاتیں کیں اور ملاقاتوں میں جو بھی گفتگو ہوئی ان کو ذہن میں محفوظ رکھا۔ حکیم صاحب کا حافظہ بہت قوی تھا۔ غالب' حالی' اقبال اور مولانا ظفر علی خاں کے سینکڑوں اشعار زبانی یاد تھے۔ مولانا ظفر علی خاں کے کلام کے تو حافظ تھے اور تمام اشعار کے پس منظر سے آگاہ تھے۔

حکیم عنایت اللہ نسیم برصغیر کی جن علمی' دینی و ادبی اور شخصیات سے ملے ان میں گاندھی جی' جواہر لعل نہرو' مولانا ابوالکلام آزاد' مولانا محمد علی جوہر' مولانا شوکت علی' ڈاکٹر ذاکر حسین' مولانا سید سلیمان ندوی' مولانا عبدالماجد دریا آبادی' نواب اسمٰعیل خان' قائداعظم محمد علی جناح' علامہ اقبال' خان لیاقت علی خان' سردار عبدالرب نشتر' مولانا حسین احمد مدنی' مفتی کفایت اللہ دہلوی' مولانا احمد سعید' ڈاکٹر سیف الدین کچلو' سر راس مسعود' ڈاکٹر ضیاء الدین' مولانا ثناء اللہ امرتسری' مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی' مولانا ابوالقاسم بنارسی' مولانا محمد جونا گڑھی' مولانا داؤد غزنوی' مولانا محمد اسمٰعیل السلفی' مولانا محمد حنیف ندوی' مولانا مودودی' مولانا امین احسن اصلاحی' مولانا ظفر علی خان' مولانا حافظ محمد گوندلوی' ملک نصیر اللہ عزیز' میاں طفیل محمد' پروفیسر حمید احمد خاں' شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی' مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف' پروفیسر حکیم نیر واسطی' مولانا عطاء اللہ حنیف' پروفیسر سید ابوبکر غزنوی' علامہ احسان الٰہی ظہیر وغیرہ شامل ہیں۔

پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم برصغیر کی تمام قومی' ملی و سیاسی تحریکات سے پوری طرح واقف تھے اور ہر تحریک کے بارے میں اپنی ایک ناقدانہ رائے رکھتے تھے۔ تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات قابل قدر ہیں۔ مولانا شوکت علی اور مولانا ظفر علی خان کے ساتھ برصغیر کے بڑے بڑے شہروں کا دورہ کیا۔ تقریریں کی اور عوام کو تحریک پاکستان سے روشناس کرایا۔

بحیثیت طبیب حکیم عنایت اللہ نسیم ایک حاذق طبیب تھے۔ طبی مطالعہ بھی وسیع تھا' تشخیص بہت اچھی کرتے تھے اور دوائی کی قیمت بہت کم وصول کرتے تھے۔ کبھی مریض سے فیس وصول نہیں کی' خواہ اس کو گھر جا کر بھی دیکھیں۔ پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم ایک کامیاب مصنف بھی تھے۔ آپ نے جو بھی کتابیں تصنیف کیں وہ درج ذیل ہیں:

علی گڑھ کے تین فرزند

اس کتاب میں مولانا محمد علی جوہر' مولانا ظفر علی خان اور مولانا حسرت موہانی کے حالات قلمبند کئے ہیں اور ان کی علمی' ادبی و سیاسی خدمات کا ذکر کیا ہے۔

مولانا ظفر علی خان اور ان کا عہد

یہ ایک ضخیم کتاب ہے۔ اس میں مولانا ظفر علی خان کے حالات زندگی اور قرآن کے علمی' ادبی' سیاسی خدمات کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو اہل علم نے بہت پسند کیا ہے۔

مولانا ظفر علی خان

یہ مختصر کتاب بچوں کیلئے لکھی گئی اور ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی نے شائع کی ہے۔

طبی فارما کوپیا

یہ کتاب دو جلدوں میں ہے اور اطبائے کرام کے لئے ایک عمدہ اور مفید کتاب ہے۔طبی حلقوں میں اس کتاب کو بہت پسند کیا گیا ہے۔

زیرِ طبع کتابیں

حکیم صاحب مرحوم کی درج ذیل کتابیں آپ کے صاحبزادے حکیم راحت نسیم کے ذریعے بہت جلد زیر طباعت سے آراستہ ہو رہی ہیں۔

۱۔ رسول کائنات ﷺ

۲۔ قائد اعظم اور ان کا عہد

۳۔ مردم دیدہ دشنیدہ: یہ کتاب بہت لاجواب اور عمدہ ہے۔اس میں ان علمی، ادبی اور سیاسی شخصیات کا تذکرہ ہے جن سے حکیم صاحب ملے اور ان لوگوں سے جو گفتگو ہوئی۔اس کا تذکرہ اور حکیم صاحب کے اپنے تاثرات۔

۴۔ برصغیر کی آزادی میں مسلمانوں کی جدوجہد: یہ کتاب بھی اپنے موضوع کے اختیار سے بڑی دلچسپ اور معلوماتی ہے۔

پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم کے مشہور اہلحدیث عالم اور محقق محمد عطاء اللہ حنیف مرحوم سے خصوصی تعلقات تھے اور ان کے انتقال کے بعد مولانا عطاء اللہ مرحوم کے صاحبزادے حافظ احمد شاکر سے بھی خصوصی تعلقات رہے۔اس سے حکیم صاحب نے اپنے انتقال سے دو ماہ پہلے یہ وصیت کر دی تھی کہ میرا جنازہ حافظ احمد شاکر پڑھائیں۔اگر وہ نہ آسکیں یا ان سے رابطہ نہ ہو سکے، مولانا عبدالرحمٰن عتیق نماز جنازہ پڑھائیں۔

حکیم عنایت اللہ نسیم تقریباً دو تین ماہ بیمار رہے۔علاج معالجہ ہوتا رہا، لیکن افاقہ کم ہوتا تھا۔انتقال کے ۴ روز پہلے انہیں اسلام آباد لے جایا گیا۔وہاں آپ نے ۸ دسمبر ۱۹۹۳ء کی شام انتقال کیا۔نعش سوہدرہ لائی گئی اور ۹ دسمبر کو آپ کو ان کے آبائی قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔نماز جنازہ حافظ احمد شاکر نے پڑھائی۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر

علامہ احسان الٰہی ظہیر بن شیخ ظہور الٰہی ۳۱ مئی ۱۹۴۵ء سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔دینی تعلیم جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ اور جامعہ سلفیہ فیصل آباد جیسی مشہور و معروف درسگاہوں سے حاصل کی اور ۱۹۶۷ء میں آپ فارغ التحصیل ہوئے۔

اس کے بعد مولوی فاضل، منشی فاضل اور ادیب فاضل کے امتحانات امتیازی نمبروں میں پاس کئے۔اس کے بعد آپ نے مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور مدینہ یونیورسٹی سے آپ نے اللیانس فی شریعۃ کی اعلیٰ ڈگری حاصل کی۔ پاکستان اور سعودی عرب میں آپ نے جن ممتاز اساتذہ کرام سے تعلیم حاصل کی، ان کے نام یہ ہیں

شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی

شیخ الحدیث مولانا ابوالبرکات احمد مدراسی

شیخ الحدیث مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی

فضیلۃ الشیخ علامہ ناصر الدین البانی

مفسر شہیر و محدث کبیر شیخ محمد امین الشنقیطی

فضیلۃ الشیخ عبدالقادر ، فضیلۃ الشیخ عطیہ محمد سالم

فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز مفتی اعظم المملکۃ السعودیہ العربیہ ، فضیلۃ الشیخ عبدالمحسن العباد

مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد آپ نے لاہور میں مستقل طور پر رہائش اختیار کی اور جامع مسجد چینیانوالی لاہور جہاں کبھی مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبدالواحد غزنوی اور مولانا سید محمد داؤد غزنوی جیسے ممتاز اور جید علمائے کرام خطیب رہے تھے، آپ کو خطیب مقرر کیا گیا۔

آپ پہلے ہفت روزہ الاعتصام کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔بعد میں ہفت روزہ اہلحدیث لاہور کے بھی ایڈیٹر مقرر رہے۔اس کے بعد اپنا ماہنامہ رسالہ بنام ترجمان الحدیث جاری کیا، جو آج تک بغیر کسی انقطاع کے دین اسلام کی خدمت میں مصروف عمل ہے۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر نے ملکی سیاست میں بھی حصہ لینا شروع کیا اور ۱۹۷۲ء میں تحریک استقلال میں شمولیت اختیار کی۔مگر ۱۹۷۸ء میں تحریک استقلال سے علیحدگی اختیار کر لی۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر ایک بین الاقوامی شخصیت تھے۔ پاکستان میں تو بلند مرتبہ و مقام کے حامل تھے۔عالم اسلام میں بھی ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔کویت، عراق اور سعودی عرب میں ان کی بہت قدر و منزلت تھی۔

علامہ صاحب نے مصروف زندگی گزاری۔آپ ایک کامیاب مصنف تھے۔آپ کی تصانیف زیادہ عربی میں ہیں۔فارسی میں بھی ایک دو کتابیں لکھیں، انگریزی اور اردو میں بھی آپ کی کئی ایک تصانیف ہیں۔تصانیف کی فہرست درج ذیل ہے:

☆ الشیعہ واہل البیت (عربی) اس کتاب میں شیعہ کی مزعومہ حب اہل بیت کی حقیقت آشکار کی گئی ہے۔

☆ الشیعہ والسنۃ (عربی) اس کتاب میں شیعہ اور سنت، شیعہ اور قرآن، تقلید کی شرعی حیثیت، نکاح ام کلثوم اور اصحاب ثلاثہ کی خلافت کا اعتراف جیسے موضوعات پر میر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔

☆ الشیعۃ والقرآن (عربی) علمائے شیعہ کا دعویٰ ہے کہ قرآن مجید تحریف شدہ ہے۔علامہ شہید نے اس کتاب میں شیعہ علماء کے اس دعویٰ کی دلائل سے تردید کی ہے۔

☆ الشیعہ والتشیع (فرق و تاریخ) (عربی) اس کتاب میں مذہب شیعہ کی مکمل تاریخ بیان کی گئی ہے اور شیعہ گروہ میں جتنے فرقے ہیں، ان کی مکمل تفصیل اور تاریخ بیان کی گئی ہے۔

☆ بریلویت (عربی) اس کتاب میں فرقہ بریلویت اور اس کے بانی مولوی احمد رضا خاں بریلوی کے حالات زندگی اور بریلوی عقائد کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

☆ القادیة (عربی) اس کتاب میں قادیانی فرقہ اور اس فرقہ کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات زندگی اور قادیانی عقائد کی مکمل تفصیل درج ہے۔

☆ البہائیۃ "نقد وتحلیل" (عربی) اس کتاب میں فرقہ بہائیہ کی مکمل تاریخ اور اس فرقہ کے بانی بہاء اللہ کے حالات اور اس کے عقائد پر بحث کی گئی ہے۔

☆ البابیۃ "عرض ونقد" (عربی) یہ کتاب فرقہ بابیہ کی مکمل دستاویز ہے۔ اس میں فرقہ بابیہ کی مکمل تاریخ اور اس فرقہ کی تعلیمات پر سیر حاصل تبصرہ ہے۔

☆ التصوف (عربی) اس کتاب میں تصوف کی مکمل تاریخ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

☆ الاسماعیلیہ (عربی) اس کتاب میں فرقہ اسماعلیہ جو شیعہ مذہب کا ایک فرقہ ہے' اس کی مکمل تاریخ بیان کی ہے۔

☆ بین الشیعہ واہل السنۃ (عربی) اس کتاب میں شیعہ اور اہل سنت کے عقائد کا تذکرہ ہے۔

☆ دراسۃ فی التصوف (عربی) اس کتاب میں تصوف کی تاریخ اور صوفیہ کے کردار وافعال کا تذکرہ ہے۔

☆ مرزائیت اور اسلام (اردو) اس کتاب میں قادیانی فرقہ کے عقائد اور اس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات اور مرزا کی خرافات کا تذکرہ ہے۔

☆ سفرنامہ حجاز (اردو) یہ کتاب علامہ صاحب کا سفرنامہ حجاز ہے۔

☆ حج مسنون (اردو) اس کتاب میں حج کے مسائل کتاب وسنت کی روشنی میں بیان کیے ہیں۔

☆ القادیانیہ (انگریزی) اس کتاب میں قادیانی مذہب کے بانی اور قادیانی مذہب کی مکمل تاریخ ہے۔

☆ الشیعہ والسنۃ (انگریزی) علامہ صاحب نے اس کتاب الشیعہ والسنۃ (عربی) کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔

☆ الشیعہ والسنۃ (فارسی) یہ کتاب الشیعہ والسنۃ عربی کا فارسی ترجمہ ہے۔

علامہ احسان الٰہی کی زندگی بڑی مصروف تھی۔ کوئی دن بھی خالی نہ ہوتا تھا' کہ آپ کسی جگہ تقریر نہ کریں۔ مشکل سے ہفتہ میں ایک دو دن ملتے تھے۔ ۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء قلعہ لچھمن سنگھ لاہور میں سیرت النبی ﷺ کے ایک جلسہ میں خطاب کر رہے تھے کہ بم کے دھماکہ سے شدید زخمی ہو گئے اور ۲۵ مارچ کو خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز حفظہ اللہ تعالیٰ کی دعوت پر آپ کو فیصل ہسپتال ریاض میں داخل کیا گیا۔ جہاں آپ نے ۴۲ سال کی عمر میں ۳۰ مارچ ۱۹۸۷ء کو انتقال کیا اور جنت البقیع مدینہ منورہ دارالھجرۃ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں سپرد خاک کیے گئے۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر جماعت اہلحدیث کے ممتاز عالم دین تھے۔ وہ بیک وقت ایک بلند پایا مقرر و خطیب' اعلیٰ درہ کے عربی' فارسی' انگریزی اور اردو کے مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک متکلم' معلم' مورخ' دانشور' نقاد' صحافی' ادیب اور سیا ان بھی تھے۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر علوم اسلامیہ کے مبصر عالم تھے۔ تمام علوم اسلامیہ پر ان کی وسیع نظر تھی۔ تفسیر' حدیث' فقہ' تاریخ پر کامل دستگاہ حاصل تھی۔ عربی' فارسی' انگریزی پر مکمل عبور تھا۔ اردو تو ان کے گھر کی لونڈی تھی۔ حدیث اور تاریخ پر ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ حدیث کے معاملہ میں معمولی سی مداہنت بھی برداشت نہیں کرتے تھے اور تاریخ پر بھی ان کی گہری نظر تھی۔ ملکی اور عالمی سیاست سے پوری طرح باخبر تھے۔ برصغیر کی ہر قومی' ملی اور سیاسی تحریک سے نہ صرف باخبر تھے بلکہ ہر تحریک کے پس منظر سے بخوبی واقف تھے اور ہر تحریک کے پس منظر سے پوری طرح آگاہ تھے۔ اسی طرح عالمی سیاست سے بھی مکمل ناآشنا تھے۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر ایک کامیاب مصنف بھی تھے۔ ان کی بلند پایہ کتابیں عربی' فارسی' انگریزی اور اردو میں تھیں اور ان کی کتابوں کا موضوع "فرق" ہے اور ان کی کتابوں کو نہ صرف ملک میں پذیرائی حاصل ہوئی' بلکہ عالم اسلام میں بھی اہل علم حضرات نے ان کی تعریف وتوصیف کی ہے۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر سے میری اس وقت شناسائی ہوئی جب انہوں نے ماہنامہ ترجمان الحدیث جاری کیا۔ میں اپنا ایک مضمون لے کر ان کے دفتر ایک روڈ لاہور میں حاضر ہوا' تعارف کرایا تو بڑی خندہ پیشانی سے ملے۔ پہلے ٹھنڈا مشروب پلایا' بعد میں چائے بسکٹ سے تواضع کی اور فرمانے لگے:

"آپ کے مضامین دینی رسائل واخبارات میں نظر سے گزرتے ہیں۔ ماشاء اللہ خوب لکھتے ہیں۔ خاص کر آپ کے مضامین جو سوانح سے متعلق ہوتے ہیں' خاصے دلچسپ اور معلوماتی ہوتے ہیں اور خاص کر علمائے کرام کی تصانیف کا تعارف تو بہت معلوماتی ہوتا ہے۔"

میں ان دنوں شادائی دواخانہ نسبت روڈ لاہور میں کام کرتا تھا اور میرا راستہ ایبک روڈ سے ہی تھا۔ اس سے کبھی کبھی ایبک روڈ پر علامہ شہید سے ملاقات ہو جاتی۔ اگر دفتر جا رہے ہوتے تو ساتھ اوپر دفتر میں لے جاتے۔ چائے وغیرہ سے تواضع کرتے اور مختلف موضوعات پر ان سے گفتگو ہوتی۔ حالات حاضرہ پر بڑے اچھے انداز میں تبصرہ کرتے۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر ایک بلند پایہ خطیب تھے اس لیے اہلحدیث حضرات اپنے جلسوں میں ان کو ضرور بلاتے انکی تقریر کے لوگ بہت شوقین تھے۔ (سن یاد نہیں) سوہدرہ میں پہلی بار پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی کی دعوت پر تشریف لائے اتنا یاد رہا ہے کہ گرمیوں کا موسم تھا بعد از نماز مغرب مسجد میں علامہ شہید سے ملاقات ہوئی۔ بڑی خندہ پیشانی سے ملے مجھے اچھی طرح یاد ہے ان کی تقریر سیرت نبویؐ کے موضوع پر ہوئی سامعین نے ان کی تقریر بہت پسند کی۔ اور تقریر کے بعد علامہ شہید لاہور واپس چلے گئے۔

اس کے بعد دوسری دفعہ جب علامہ احسان الٰہی

ظہیر سوہدرہ تشریف لائے تو اس وقت بھی گرمیوں کا موسم تھا۔ میں اتفاق سے لاہور سے سوہدرہ آیا ہوا تھا تقریر کے اختتام پر ملاقات ہوئی مل کر بہت خوش ہوئے میں نے کہا:

مجھے معلوم ہوا کہ علامہ صاحب سوہدرہ تقریر کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں تو میں چھٹی لے کر آ گیا کہ جا کر علامہ صاحب کی تقریر سنوں۔ فرمانے لگے کبھی کبھی ملتے رہا کرو آپ سے مل کر بہت خوشی ہوتی ہے۔

اس کے بعد لاہور میں علامہ شہید سے مولوی نذیر احمد سبحانی کی دوکان واقع زیریں مسلم مسجد لوہاری گیٹ لاہور اور بعد میں آلا در بازار میں ہوا کرتی تھی۔ اور کبھی کبھی یہ ملاقات ایک گھنٹہ سے بھی زیادہ ہوتی علامہ شہید مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے اور ان کے ارشادات سن کر معلومات میں بہت اضافہ ہوتا۔

یادگار ملاقات

علامہ احسان الٰہی ظہیر سے یہ یادگار ملاقات سوہدرہ میں پروفیسر حکیم عنائت اللہ نسیم سوہدری کی بیٹھک میں ہوئی علامہ صاحب ایک تبلیغی جلسہ میں تقریر کرنے سوہدرہ تشریف لائے آپ کے ساتھ مولوی نذیر احمد سبحانی بھی تھے اور دوسرے مقرر جلسہ مولانا عطاء الرحمان شیخوپوری تھے شام کا کھانا حکیم عنائیت اللہ نسیم کے ہاں تھا' راقم بھی مدعو تھا۔ نماز عشاء کے بعد مسجد ککے زیاں میں جلسہ شروع ہوا۔ پہلے مولانا عطاء الرحمٰن صاحب کی تقریر ہوئی' جو تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہی اور مولانا عطاء الرحمٰن کی تقریر کے بعد نذیر احمد سبحانی نے دو نظمیں سنائیں اور ان نظموں میں تقریباً پون گھنٹہ صرف ہوا۔ علامہ صاحب حکیم عنائیت اللہ نسیم کی بیٹھک میں آرام فرما رہے تھے۔ اس لئے مجھے اور حکیم صاحب مرحوم کو ان سے دو گھنٹے تک گفتگو کرنے کا موقع مل گیا۔

اس یادگار ملاقات میں پہلے پروفیسر حکیم عنائیت اللہ نسیم نے مولانا ابوالکلام آزاد' مولانا ظفر علی خاں' مولانا سید سلیمان ندوی' مولانا داؤد غزنوی' مولانا محمد اسماعیل سلفی' مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کے بارے میں تاثرات بیان کئے۔

پروفیسر حکیم عنائیت اللہ نسیم نے فرمایا کہ

مولانا ابوالکلام آزاد ایک عبقری شخصیت

تھے۔ میں نے ان جیسا فاضل اور جید عالم نہیں دیکھا۔ تمام علوم اسلامیہ پر ان کی گہری نظر تھی۔ بڑے بڑے مشکل مسائل خواہ ان کا تعلق دین سے ہو یا ملکی سیاست سے' چند لمحوں میں حل کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ مجھ سے پنڈت جواہر لعل نہرو نے الہ آباد میں کہا تھا کہ ہم کانگریسی لیڈر جب کسی مسئلہ کا حل تلاش کرنے میں ناکام ہو جاتے تو مولانا ابوالکلام آزاد سے رجوع کرتے۔ ان کے آگے مسئلہ پیش کرتے تو مولانا آزاد دو چار منٹ میں اس کو حل کر دیتے اور ہم حیران رہ جاتے کہ ہم تین چار روز سے یہ مسئلہ حل کر رہے تھے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کا علمی مرتبہ بہت بلند تھا۔ تحریر و تقریر کے بادشاہ تھے۔ مولانا ظفر علی خاں نے سچ فرمایا تھا ۔

جہاں اجتہاد میں سلف کی راہ گم ہو گئی
ہے تجھ کو اس میں جستجو تو پوچھ ابوالکلام سے

اور مولانا حسرت موہانی نے کہا تھا ۔

جب سے دیکھی ابوالکلام کی نثر
نظم حسرت میں کچھ مزہ نہ رہا

حکیم صاحب نے فرمایا مولانا ابوالکلام آزاد سے دو دفعہ ملاقات ہوئی ہے اور دونوں دفعہ دہلی میں ہوئی۔ پہلی ملاقات ۱۹۴۵ء میں ہوئی اور دوسری ۱۹۴۷ء کے شروع میں ہوئی۔

۱۹۴۷ء کے شروع میں میرے اہل و عیال سوہدرہ پنجاب آ گئے تھے اور میں بلند شہر میں ہی مقیم تھا۔ میں نے کہا کہ مولانا میرا ارادہ ہے کہ میں یہاں ہندوستان میں ہی رہوں۔ بچے تو میرے پنجاب میں ہیں۔ مولانا آزاد فرمانے لگے

''میرے بھائی ہوش کے ناخن لو۔ بیوی بچے پاکستان میں اور تم یہاں ہندوستان میں رہے۔ یہ عقلمندی کی بات نہیں' آپ پاکستان جائیں تو اس کو مضبوط بنائیں۔ پاکستان کے مضبوط ہونے سے ہی ہندوستان کا مسلمان محفوظ رہ سکتا ہے۔''

حکیم صاحب نے فرمایا کہ اس کے بعد میں اگست ۱۹۴۷ء میں پاکستان آ گیا۔

مولانا ظفر علی خاں کے بارے میں حکیم

عنائیت اللہ نسیم نے فرمایا کہ مولانا ظفر علی خاں سے میرا تعلق زمانہ طالب علمی سے ہوا اور ان کے انتقال ۱۹۵۶ء تک قائم رہا۔ مولانا ظفر علی جیسا بیباک' نڈر اور صحیح مسلمان انسان برصغیر میں پیدا نہیں ہوا۔ مولانا کے قلم میں جو جوش تھا' وہ کسی اور اہل قلم میں نہیں دیکھا۔ جنرل اوڈوائر نے صحیح کہا تھا کہ:

''ظفر علی خاں اپنی ماں کے پیٹ سے دوات قلم لے کر پیدا ہوا۔ مولانا کی تقریر اور نظموں نے برصغیر میں آگ لگا دی۔ مولانا فی البدیہہ شاعر تھے' کوئی سیاسی واقعہ ہندوستان میں رونما ہوتا تو دوسرے دن زمیندار کے پہلے صفحہ پر اس کے متعلق نظم آ جاتی۔''

قادیانیت کی تردید میں مولانا ظفر علی خاں نے جو خدمات سرانجام دیں میرا پختہ ایمان ہے کہ یہ خدمات ان کی نجات کیلئے کافی ہیں۔ حکیم صاحب مولانا ظفر علی خاں کے کلام کے حافظ تھے۔ اس وقت آپ نے مندرجہ ذیل اشعار سنائے ۔

وہ بھاگتے ہیں اس طرح معاملے کے نام سے
فرار کفر ہوا جس طرح مسجد الحرام سے
پکار کر یہ کہہ رہا ہے زلزلہ بہار کا
ٹل نہ سکے گا نافرماں خدا کے انتقام سے
حلیمہ کے جانشین گرہ کٹوں سے کم نہیں
کتر کے جیب لے گئے پیغمبری کے نام سے

سنا بھی تو نے اے ہم نشین کہ قادیان دمشق کی
ہوئی ہے جنت اندلس کے جنگِ بدلگام سے
میں قادیاں سے کیا لڑوں کہ فرصت آج کل نہیں
رکوع سے' سجود سے' قعود سے قیام سے

مولانا ظفر علی خاں نے قادیانیت کی تردید میں ارمغانِ قادیاں کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب کے بارے میں حکیم صاحب مرحوم نے یہ شعر سنائے۔

گر تجھ کو منظور ہے میر جہانِ قادیاں
اے مسلمانو! خریدو ارمغانِ قادیاں
میں نے دی اس کو لگام اور دیکھ اس پہ ہو کے سوار
ورنہ کس کو مانتی تھی قادیانِ قادیاں

مولانا سید سلیمان ندوی کے بارے میں

حکیم عنایت اللہ نسیم نے فرمایا کہ مولانا سید سلیمان ندوی جیسا جید عالم دین' محقق اور مورخ برصغیر میں پیدا نہیں ہوا۔ آپ علوم اسلامیہ کے سمندر تھے۔ تمام علوم اسلامیہ پر وسیع نظر تھی۔ ان کے علمی مذہبی' دینی' تنقیدی' ادبی' تاریخی اور شعری مقالات معارف اعظم گڑھ میں پڑھ کر ان کے علمی تبحر کا اندازہ ہوتا ہے اور ان کی تصانیف میں سیرۃ النبی ﷺ سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا' خطبات مدراس' عربوں کی جہاز رانی ان کا علمی شاہکار ہیں۔ مجھے ان کی کتاب خطبات مدراس نے جو کہ سیرت النبی ﷺ پر خطبات ہیں' بہت متاثر کیا ہے۔ میری ان سے پہلی ملاقات علی گڑھ میں ہوئی تھی۔ سید صاحب مولانا سلیمان اشرف صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ہاں قیام کرتے تھے۔ بہت شریف' اہل علم اور ملنسار انسان تھے۔ بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔

حکیم صاحب نے فرمایا میں نے سید صاحب سے سوال کیا کہ آپ نے معارف میں غلام احمد پرویز کے کئی تصانیف شائع کئے ہیں اور پروفیسر صاحب آج کل طلوع اسلام میں حدیث کے خلاف زہر اگل رہے ہیں اور حدیث کے متعلق جو اعتراضات کر رہے ہیں۔ علمائے حق کی طرف سے ان کا مثبت جواب نہیں رہا۔ اس پر سید صاحب نے فرمایا پہلی بات تو یہ ہے کہ غلام احمد پرویز کے شروع میں اسی طرح کے خیالات نہیں تھے' جیسے خیالات ان کے آج ہیں۔ میں نے جس زمانہ میں معارف میں ان کے مضامین شائع کئے' جوان دنوں ان کا ذہن مثبت انداز کا تھا اور بعد میں جب ان کے مضامین طلوع اسلام میں میری نظر سے گزرے تو میں نے محسوس کیا کہ اب ان کا ذہن منفی راستہ اختیار کر رہا ہے اور ساتھ ہی ان کے ایک دو مضامین معارف میں شائع ہونے کیلئے میرے پاس پہنچے تو میں نے جب مضمون پڑھے تو مجھے معلوم ہوا کہ پرویز صاحب نے منفی راستہ اختیار کر لیا ہے اور میں نے مضامین انہیں واپس کر دیئے اور انہیں لکھا کہ ''اب آپ کے مضامین کیلئے معارف میں کوئی جگہ نہیں ہے۔''

باقی رہا پرویز صاحب کے مضامین کا علمائے حق کی طرف سے جواب تو اس کے متعلق سید صاحب نے فرمایا۔ معارف میں حدیث کی مدافعت میں میرے ایک دو مضامین شائع ہوئے ہیں اور بعض علمی و دینی رسائل و اخبارات میں بھی جواب شائع ہو رہے ہیں' ہمارے ہاں دار المصنفین میں رسائل و اخبارات آتے ہیں۔ ان میں کئی ایک رسائل پرویز صاحب کے مضامین کا جواب دے رہے ہیں۔

اس کے بعد دوبارہ اور بھی سید صاحب سے ملاقات ہوئی' ایک بار علی گڑھ میں اور دوسری بار دہلی میں۔ قیام پاکستان کے بعد سید صاحب سے ملاقات لاہور میں ہوئی۔ آپ نے شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی کے قومی دواخانہ کا افتتاح کیا تھا۔ جس میں حکیم قرشی صاحب نے مجھے بھی مدعو کیا تھا۔ جب ملاقات ہوئی تو فوراً پہچان لیا اور فرمایا آپ سے علی گڑھ اور دہلی میں ملاقات ہوئی تھی۔

مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے بارے

میں حکیم عنایت اللہ نسیم نے فرمایا کہ مولانا سید داؤد غزنوی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ خاندانِ غزنویہ امرتسر کے چشم و چراغ تھے۔ کانگرس' جمعیۃ العلماء' خلافت' مجلس احرار اور مسلم لیگ سے جزوی و کلی طور پر ان کا کچھ نہ کچھ تعلق رہا ہے جو مولانا ابوالکلام آزاد سے ان کا تعلق خاص تھا اور مولانا اس خاندان کی علمی خدمات کے بہت معترف تھے۔ مولانا سید داؤد غزنوی جب کانگرس سے علیحدہ ہو کر مسلم لیگ سے وابستہ ہوئے تو کانگریسی لیڈروں نے مولانا ابوالکلام آزاد سے شکوہ کیا تھا کہ آپ کے مولانا داؤد غزنوی کانگرس سے علیحدہ ہو کر مسلم لیگ سے وابستہ ہو گئے ہیں۔ تو اس پر مولانا ابوالکلام خاموش رہے۔ مولانا ظفر علی خاں نے کئی اشعار مولانا داؤد غزنوی کے بارے میں ارشاد فرمائے۔ ایک بار فرمایا۔

قائم ہے ان سے قلب بیضا کی آبرو
اسلام کا وقار ہیں داؤد غزنوی
رجعت پسند دیکھ کر ان کو یہ کہنے لگے
آ رہا ہے سومنات میں محمود غزنوی

ایک دفعہ مولانا ظفر علی خاں نے فرمایا۔

اک طرف میں غزنوی اور اک طرف ابراہیم برق
ہے یہ جوڑا گاندھی نہیں ان دونوں میں فرق

حکیم صاحب نے فرمایا میرا مولانا سید داؤد غزنوی سے تعلق قیام پاکستان کے بعد ہوا۔ بہت دفعہ ان سے ملاقاتیں ہوئیں' ملکی حالات پر تبصرہ ہوتا تھا اور اس کے علاوہ جماعت اہلحدیث کے متعلق بھی گفتگو ہوتی تھی۔

مولانا اسماعیل السلفی کے بارے میں حکیم

صاحب نے فرمایا کہ مولانا محمد اسماعیل کا نام قیام پاکستان سے قبل سنا ہوا تھا اور قیام پاکستان سے قبل ایک دو بار ہدرہ میں ان کی تقریر سن چکا تھا۔ مولانا محمد اسماعیل کا شروع سے ہی مطالعہ بہت وسیع تھا۔ اس کا اندازہ ان کی تقاریر سے ہوتا تھا اور اس کے علاوہ ان کے مضامین اخبار اہلحدیث امرتسر میں پڑھتا تھا۔ جس سے ان کی علمی بصیرت کا اندازہ ہوتا

تھا۔

قیام پاکستان کے بعد سوہدرہ آ گیا اور گوجرانوالہ میں دو چار دفعہ ان کا خطبہ جمعہ سننے کا اتفاق ہوا اور ان سے تعارف ہوا اور جب گوجرانوالہ میں جماعت اسلامی کے ایک شفاخانہ کا انچارج ہوا تو مولانا محمد اسماعیل سے ہر شام ان کی مسجد واقع چوک نیائیں میں نماز مغرب پڑھنے کی سعادت نصیب ہوتی تھی اور بعد نماز مغرب ملکی مسائل پر ان سے تبادلہ خیال ہوتا۔ کبھی کبھی عالمی سیاست بھی زیر بحث آتی۔ میں نے مولانا اسماعیل جیسا زیرک، سمجھدار اور ذہین آدمی نہیں دیکھا۔ برصغیر کی تمام قومی و ملی و سیاسی تحریکات سے مکمل واقفیت تھی اور ہر تحریک کے بارے میں ان کی ایک رائے تھی۔ خطیب بھی بہت اونچے تھے۔ ان کی تقریر اور خطبہ جمعہ علمی اور سیاسی معلومات کا خزانہ ہوتا تھا۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کے بارے

میں حکیم عنایت اللہ نسیم نے اپنے تاثرات اس طرح بیان کئے کہ مولانا عطاء اللہ حنیف سے بذریعہ اخبار شناسائی تھی۔ لیکن ملاقات نہیں تھی۔ مولوی علم الدین کو ملنے سوہدرہ تشریف لائے تو مولوی علم الدین مرحوم مولانا عطاء اللہ کو لے کر دکان پر آ گئے تو مولانا عطاء اللہ سے تعارف اور یہ تعارف بعد میں دوستی کی شکل اختیار کر گیا۔

اس کے بعد جب بھی سوہدرہ تشریف لاتے، رات قیام کرتے، اور رات کو دیر گئے ان سے گفتگو رہتی۔ مولانا عطاء اللہ حنیف سے جب بھی سوہدرہ اور لاہور میں ملاقات ہوئی، مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا ظفر علی خاں کی شخصیت ضرور زیر بحث آئی۔ (مولانا عطاء اللہ حنیف اور پروفیسر عنایت اللہ نسیم دونوں ان ہر شخصیتوں کے مداح تھے۔)

حکیم صاحب نے فرمایا کہ مولانا عطاء اللہ حنیف کے مضامین الاعتصام میں پڑھ کر ان کے علمی تبحر کا اندازہ ہوتا ہے اور ان مضامین کے علاوہ مولانا عطاء اللہ نے جو علمی حواشی حیات امام احمد بن حنبل، حیات امام ابو حنیفہ اور حیات امام ابن تیمیہ پر لکھے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے مولانا عطاء اللہ کا مطالعہ بہت گہرا اور وسیع ہے اس کے علاوہ مولانا عطاء اللہ حنیف نے اپنے علمی و دینی اور تحقیقی رسالہ رحیق میں جو اداریے لکھے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا عطاء اللہ ملکی سیاست سے نہ صرف باخبر ہیں۔ بلکہ اپنی ایک ناقدانہ رائے بھی رکھتے ہیں ان کے علمی تبحر نے مجھے ان کا گرویدہ بنا دیا ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری کے بارے میں

حکیم نسیم صاحب مرحوم نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''مولانا ثناء اللہ مرحوم اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں بہت سی خوبیاں جمع کر دی تھیں۔ مولانا ثناء اللہ مفسر بھی تھے، متکلم بھی، مصنف بھی تھے اور مورخ بھی، نقاد بھی تھے اور دانشور بھی، صحافی بھی تھے اور سیاستدان بھی اور فن مناظرہ کے تو امام تھے۔''

قادیانیت کی تردید میں برصغیر میں مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ظفر علی خاں اور مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے جو کارہائے نمایاں سر انجام دیئے ہیں، ان حضرات کی نجات کیلئے کافی ہیں۔ میں نے ان جیسا وسیع المعلومات، وسیع النظر، وسیع المطالعہ اور فعال عالم اہلحدیث جماعت میں نہیں دیکھا۔ ان کی تفسیر ثنائی ایک بہت عمدہ اور علمی تفسیر ہے۔ سرسید احمد خان مرحوم نے جو قومی و ملی خدمات سر انجام دی ہیں، اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن مولانا ثناء اللہ مرحوم نے اپنی تفسیر ثنائی میں سرسید کو آڑے ہاتھوں لیا ہے اور ان کے خیالات کی دلائل سے تردید کی ہے۔

مولانا ثناء اللہ مرحوم سے کئی ایک ملاقاتیں دہلی، علی گڑھ اور سوہدرہ میں ہوئیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ علی گڑھ یونیورسٹی کے زیر اہتمام یونیورسٹی میں ایک علمی مذاکرہ ''ادیان کی صداقت'' کے موضوع ہونا قرار پایا۔ جس میں یہودی، عیسائی، ہندو اور مسلمان زعماء کو دعوت دی گئی کہ وہ ایک گھنٹہ تقریر کر کے اپنے مذہب کی صداقت بیان کریں۔ مسلمانوں کی طرف سے مولانا ثناء اللہ مرحوم نمائندہ تھے۔ یہ جلسہ پروفیسر حبیب صدر شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم نے فرمایا میں سب کے بعد تقریر کروں گا اور صرف ۱۵ منٹ ہی تقریر ہو گی اور میری تقریر ۴۵ منٹ تینوں تقریریں یہودی، عیسائی اور ہندو کو دے دیئے جائیں، یعنی ہر مقرر سوا گھنٹہ تقریر کرے۔ چنانچہ تینوں مقررین نے سوا سوا گھنٹہ تقریر کی اور مولانا ثناء اللہ مرحوم نے آخر میں صرف ۱۵ منٹ تقریر کی اور اس ۱۵ منٹ کی تقریر میں اسلام کی صداقت ایسے مدلل دلائل سے بیان کی کہ مخالف مقررین نے بھی اس کا اعتراف کیا، کہ ہمارے سب کے دلائل مولانا ثناء اللہ مرحوم کے دلائل کے آگے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔

ایک دوسری ملاقات کا حکیم صاحب مرحوم نے ذکر کیا کہ ۱۰ اپریل ۱۹۳۳ء کو مولانا ثناء اللہ مرحوم کا ایک مناظرہ ایک قادیانی مبلغ پروفیسر سلیم سے وزیر آباد میں ہوا۔ میں حسن اتفاق سے بلند شہر سے سوہدرہ آیا ہوا تھا اور مناظرہ سننے وزیر آباد گیا۔ مناظرہ صداقت مرزا کے موضوع پر تھا۔ قادیانی مناظر نے اپنے دفاع کی بہت کوشش کی، مگر وہ مولانا ثناء اللہ مرحوم کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ آخر مناظرہ کا رخ اشتہار مرزا کی طرف پھیر دیا گیا۔ تو مولانا ثناء اللہ مرحوم نے فرمایا: مسیح موعود کی مدت قیام ۴۰ سال مرزا صاحب بتلاتے ہیں مگر خود ۱۸ سال بعد اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ لہٰذا مرزا صاحب اپنے دعویٰ کے مطابق جھوٹے ٹھہرے۔ مولانا مرحوم کی ضرب اتنی سخت تھی کہ قادیانی مناظر بوکھلا گیا۔ اثنائے مناظرہ میں مولانا حسب معمول اشعار بھی چست کرتے تھے۔ ایک موقع پر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں کہ چپ رہو خدا کیلئے

اس پر قادیانیوں نے اودھم مچا دی کہ یہ شعر

مناسب نہیں۔ حکیم صاحب مرحوم نے فرمایا کہ اس موقع پر کسی شخص نے کہا کہ مولانا ظفر علی خاں کرم آباد آئے ہوئے ہیں۔ ان کو بلا لیا جائے اور اس شعر کے متعلق ان سے فیصلہ کرایا جائے۔ چنانچہ مولانا ثناء اللہ مرحوم نے مجھے اسٹیج پر بلایا اور فرمایا کرم آباد جاؤ اور مولانا ظفر علی خاں سے کہنا کہ ثناء اللہ نے یاد کیا ہے۔ چنانچہ میں تانگہ لے کر کرم آباد مولانا ظفر علی خاں کی خدمت میں حاضر ہوا اور مولانا ثناء اللہ مرحوم کا پیغام دیا۔ مولانا ظفر علی خاں اسی وقت تیار ہو کر وزیر آباد پہنچ گئے۔ مولانا ظفر علی خاں جب اسٹیج پر تشریف لے گئے تو مولانا ثناء اللہ مرحوم نے فرمایا آپ کو اس لئے زحمت دی ہے کہ مناظرہ کا موضوع صداقتِ مرزا تھا' مگر اب اس کا رخ اشتہار مرزا کی طرف پھیر دیا گیا ہے اور مناظرہ کے دوران میں نے یہ شعر پڑھا ہے ؎

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں کہ چپ رہو خدا کیلئے

یہ شعر سنانے کے بعد مولانا ثناء اللہ مرحوم نے سامعین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ''ہندوستان کے مشہور ادیب اور دانشور اور محقق مولانا ظفر علی خاں اس شعر کے بارے میں جو فیصلہ کریں گے' ہم دونوں فریق کو بلا چون و چرا تسلیم کرلیں گے۔''

چنانچہ مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے فرمایا ''اس شعر میں ایک لفظ بھی فحش نہیں ہے۔ مطلب صرف اتنا ہے کہ مولانا ثناء اللہ قیامت کے روز فریاد کریں گے کہ خداوند مرزا غلام احمد قادیانی سے پوچھ کہ اس نے مسلمانوں میں کیوں تفرقہ پیدا کردیا اور مرزا صاحب منتوں سے کہیں گے' میاں چپ رہو' دنیا میں مجھے تم نے بہت تنگ اور رسوا کیا اور اب قیامت کے روز بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہے۔ اس تشریح نے مجمع میں ایک سرور دولولہ پیدا کردیا۔''

قادیانی مناظر چونکہ نوعمر تھا' اس لئے مولانا ثناء اللہ اس پہلو پر بھی ایک شعر چست کئے بغیر نہ رہ سکے فرمایا۔

کچھ حیرانی ہے ابھی کچھ ہے لڑکپن ان کا
دو جفاکاروں کے قبضہ میں ہے جوبن ان کا

پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم صاحب نے جب اپنے تاثرات ختم کئے تو علامہ احسان الٰہی ظہیر نے فرمایا حکیم صاحب میں حیران ہوں کہ اتنا عرصہ گزرنے کے بعد آپ کو واقعات من وعن یاد ہیں۔ تو میں نے کہا علامہ صاحب یہ سب حافظہ پر منحصر ہے۔ حکیم صاحب کا حافظہ بہت قوی ہے۔ اس لئے ان کو سب واقعات زبانی یاد ہیں اور سب سے بڑی خوبی ان میں یہ ہے کہ مولانا ظفر علی خاں کا کلام ان کے پس منظر سے زبانی یاد ہے۔ جب بھی ان سے کسی سیاسی وملی واقعہ کے بارے میں دریافت کرتا ہوں تو پہلے واقعہ کی تفصیل بتاتے ہیں اور اس کے فوراً مولانا ظفر علی خاں کے اشعار سنا دیتے ہیں۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر کی باتیں

سب سے پہلے میں نے علامہ شہید سے کہا کہ میں نے آپ کو مولانا حمید الدین فراہی پر ایک مضمون ترجمان الحدیث میں اشاعت کے لئے بھیجا ہوا ہے وہ ابھی تک شائع کیوں نہیں ہوا تو علامہ صاحب نے فرمایا۔

میں نے مضمون پڑھا ہے اچھا ہے لیکن اس لئے شائع نہیں کرسکا کہ مولانا حمیدالدین فراہی کے نظریہ حدیث سے مجھے اتفاق نہیں آپ نے شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل سلفی کی کتاب ''جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث'' کتاب پڑھی ہے۔ اس میں مولانا سلفی مرحوم نے ایسے علمائے کرام کے نام لکھے ہیں کہ یہ حضرات منکر حدیث تو نہیں' لیکن ان کی تحریروں سے انکار حدیث کی بو آتی ہے اور مولانا حمید الدین فراہی بھی ان علماء کرام کی فہرست میں شامل ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح علمائے اہلحدیث میں شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری' شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل السلفی اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف حدیث کے معاملہ میں معمولی سی مداہنت کے قائل نہ تھے' اسی طرح میں بھی حدیث کے معاملہ میں معمولی سی مداہنت برداشت نہیں کرسکتا۔

میں آپ کا مضمون ساتھ لانا بھول گیا ہوں۔ لاہور جا کر واپس بھیج دونگا۔ آپ مضمون مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف کو بھیج دیں' وہ المنبر میں شائع کردیں گے۔ چنانچہ علامہ صاحب نے مضمون مجھے واپس بھیج دیا اور حکیم عبدالرحیم اشرف کو بھیج دیا اور انہوں نے مضمون المنبر میں شائع کردیا۔

اس کے بعد میں نے علامہ صاحب سے برصغیر کے دینی مدارس اور ان کے نصاب کے بارے میں سوال کیا' کہ بعض مدارس میں فقہ اور دوسرے علوم کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ حدیث کی طرف بہت کم توجہ دی جاتی ہے' آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

تو اس پر علامہ ظہیر نے ارشاد فرمایا ''جہاں تک برصغیر میں حنفی مدارس کا تعلق ہے' ان میں حدیث نہیں پڑھائی جاتی' بلکہ حدیث پر تنقید کی جاتی ہے۔ آپ کو صوفی عبداللہ مرحوم (ماموں کانجن) کا واقعہ یاد ہوگا کہ ایک دفعہ وہ دیوبند تشریف لے گئے' وہاں مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری حدیث پڑھا رہے تھے۔ صوفی صاحب نے ان جب ان کی تقریر سنی تو فرمانے لگے ''شاہ صاحب آپ حدیث پڑھا رہے ہیں یا حدیث پر تنقید کررہے ہیں۔ شاہ صاحب نے تو کوئی جواب نہ دیا' لیکن طالب علم صوفی صاحب کو مارنے پر تل گئے۔ تو شاہ صاحب نے انہیں منع کردیا اور فرمایا تم نہیں جانتے یہ شخص کون ہے' میں اس کو اچھی طرح جانتا ہوں' اس لئے خاموش رہو۔''

اس کے بعد صوفی عبداللہ صاحب نے ارادہ کر لیا کہ مجھے ایک دینی مدرسہ قائم کرنا چاہئے' جس میں قرآن و حدیث کی تعلیم دی جائے۔ چنانچہ صوفی صاحب مرحوم نے اس سلسلہ میں مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی صاحب سے حسن البیان مشورہ کیا اور انہوں نے صوفی صاحب سے فرمایا

"جتنی جلدی ہو سکے ایک دینی مدرسہ قائم کرو۔" چنانچہ صوفی عبداللہ صاحب نے اوڈانوالا میں جامعہ تعلیم الاسلام کے نام سے ایک دینی درسگاہ قائم کی اور اس درسگاہ سے سینکڑوں علمائے کرام نے جنم لیا' جو اس وقت اسلام کی نشرواشاعت اور قرآن وحدیث کی خدمت میں مصروف عمل ہیں۔

باقی رہا معاملہ اہلحدیث مدارس کا' ان مدارس میں حدیث پڑھائی جاتی ہے' مگر جس طرح حدیث پڑھانے کا حق ہے' اس طرف توجہ خاص نہیں دی جاتی۔

جامعہ تعلیم الاسلام اوڈانوالا' جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ' تقویۃ اور اسلام لاہور' جامعہ سلفیہ فیصل آباد' دارالعلوم بلتستان' جامعہ محمدیہ اوکاڑہ وغیرہ میں حدیث کی تعلیم کی طرف توجہ خاص کی جاتی ہے۔ اس لئے کہ ان مدارس میں جو اساتذہ کرام حدیث پڑھانے پر مامور ہیں۔ ایک تو انہیں حدیث اور تعلقات حدیث سے مکمل واقفیت ہے' ان کا مطالعہ وسیع ہے' اس لئے وہ صحیح طریقہ سے حدیث پڑھا سکتے ہیں اور پڑھاتے ہیں۔ باقی اہلحدیث مدارس کا اللہ ہی حافظ ہے۔

میں نے ندوۃ العلماء لکھنو کے بارے میں دریافت کیا تو علامہ صاحب نے فرمایا مولانا شبلی نعمانی' مولانا محمد علی مونگری' مولانا لطیف اللہ علی گڑھی اور مولانا شاہ اللہ مرحوم نے اچھے وقت میں ندوۃ العلماء کی بنیاد رکھی۔ ندوۃ العلماء کی خدمت سے انکار نہیں' اس مدرسہ نے برصغیر میں نامور علمائے کرام پیدا کئے۔ جنہوں نے جو علمی خدمات سر انجام دی ہیں' اس سے برصغیر کا ہر پڑھا لکھا آدمی بخوبی واقف ہے۔

مولانا سید سلیمان ندوی' مولانا عبدالسلام ندوی' مولانا ابوالحسن علی ندوی' اور شاہ معین الدین ندوی' مولانا حافظ مجیب اللہ ندوی اور مولانا محمد حنیف ندوی نے جو علمی ادبی' تحقیقی' تاریخی اور مذہبی خدمات انجام دی ہیں' ان سے آپ بخوبی واقف ہیں۔

میں نے علامہ صاحب سے کہا کہ آپ نے دینی مدارس کے سلسلہ میں ان مدارس کا ذکر کیا جو قیام پاکستان کے بعد معرض وجود میں آئے۔ ایک مدرسہ صرف جامعہ تعلیم الاسلام اوڈانوالا ایک ایسا مدرسہ ہے' جو پاکستان سے پہلے کا ہے اور قیام پاکستان سے قبل دہلی اور دوسرے شہروں میں اہلحدیث کے کافی مدارس تھے' ان کی تدریسی حالت کیسی تھی۔ اس پر علامہ شہید نے فرمایا دہلی میں سب سے اولین درسگاہ جس نے حدیث کی طرف خاص توجہ کی۔

مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی جو حضرت شاہ عبدالعزیز کے نواسے تھے' درس حدیث کی طرف خاص توجہ کی۔ ان کے مکہ معظمہ ہجرت کر جانے کے بعد ان کی مسجد پر شیخ الکل مولانا محمد نذیر حسین محدث دہلوی فائز ہوئے اور انہوں نے دہلی میں ۶۰ سال تک حدیث کا درس دیا اور ۶۰ سالہ دور میں ایسے حضرات نے ان سے اکتساب فیض کیا جو بعد میں خود مسند حدیث کے وارث بنے۔ مثلاً مولانا سید عبداللہ غزنوی اور ان کے صاحبزادگان عالی مقام مولانا عبداللہ بن عبداللہ غزنوی' مولانا عبدالجبار غزنوی' مولانا عبدالواحد غزنوی' مولانا محمد غزنوی' مولانا احمد غزنوی' مولانا عبدالرحیم غزنوی اور پوتے مولانا عبدالاول غزنوی اور مولانا عبدالغفور غزنوی اور مولانا سید محمد داؤد غزنوی' ان کے علاوہ مولانا حافظ محمد لکھوی' مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی' مولانا سید امیر احمد سہوانی' مولانا سید امیر حسن سہوانی' مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی' مولانا شاہ عین الحق پھلواروی' مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری' مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری' مولانا شمس الحق عظیم آبادی' مولانا سید احمد حسن دہلوی' مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی' مولانا عبدالوہاب دہلوی اور مولانا احمد اللہ محدث پرتاب گڑھی وغیرہ۔

مولانا حافظ محمد لکھوی نے لکھوکے میں اور علمائے غزنویہ نے امرتسر میں اپنے مدارس قائم کئے اور دین اسلام کی نشرواشاعت اور قرآن وحدیث کے فروغ کیلئے جو کارہائے نمایاں سر انجام دیئے اور ہماری تاریخ کا ایک زریں باب ہے۔ ان کے علاوہ ہندوستان کے مختلف شہروں میں اہلحدیث کے بہت سے مدارس تھے' جنہوں نے تدریسی سلسلہ میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔

اس کے بعد میں نے علامہ صاحب سے فرمایا کہ علمائے اہلحدیث کی تصنیفی خدمات پر کچھ روشنی ڈالئے۔

تو علامہ شہید نے فرمایا علمائے اہلحدیث نے جو تصنیفی خدمات سرانجام دی ہیں' ان سے برصغیر کا ہر اہل علم بخوبی واقف ہے۔ محی السنۃ مولانا سید نواب صدیق حسن خان' مولانا شمس الحق عظیم آبادی' مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری' مولانا شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی' مولانا محمد جوناگڑھی' مولانا ثناء اللہ امرتسری' مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی' مولانا ابوالکلام آزاد' مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری' مولانا عبداللہ روپڑی' مولانا محمد سعید بنارسی' مولانا ابوالقاسم بنارسی' مولانا محمد اسمٰعیل سلفی' مولانا محمد حنیف ندوی' مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی' مولانا امام خان نوشہروی اور مولانا عطاء اللہ حنیف قابل ذکر ہیں۔

ان علمائے کرام نے ایک طرف تو قرآن و حدیث کی حمایت میں بے شمار کتابیں لکھیں۔ مسلک اہلحدیث کی تائید میں بھی کتابیں لکھیں اور ادیان باطلہ یعنی قادیانیت' آریہ سماج اور عیسائیت کی تردید میں بھی بے شمار کتابیں لکھیں۔

اس کے بعد میں نے علامہ صاحب سے کہا کہ تحریک اہلحدیث پر بھی مختصر روشنی ڈالئے......

تو علامہ صاحب نے فرمایا ہماری تحریک اہلحدیث کے تین دور ہیں۔ پہلا دور تو درس وتدریس کا ہے' جس پر مختصر روشنی ڈال چکا ہوں۔ دوسرا دور تصنیفی دور کہلاتا ہے۔ اس پر بھی مختصراً بتا چکا ہوں۔ تیسرا دور مجاہدانہ کارنامے ہیں اور اس سلسلہ میں علماء صادق پور نے جو قربانیاں دیں' اس سے آپ بخوبی واقف ہوں گے۔

مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید' مولانا ولایت علی عظیم آبادی' مولانا عنایت علی عظیم آبادی' مولانا یحیٰی علی عظیم آبادی نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے' اس سے تاریخ

کے صفحات لبریز ہیں۔ مولانا غلام رسول مہر نے سید احمد شہید لکھ کر عظیم علمی خدمت سرانجام دی ہے اور اس کے بعد جماعت مجاہدین اور سرگزشت مجاہدین کتابیں بھی لکھی۔ ان کے مطالعہ سے آپ کو تحریک اہلحدیث کے مجاہدانہ کارناموں سے مکمل واقفیت حاصل ہوگی۔

اس کے بعد میں نے علامہ صاحب سے کہا آپ نے مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کا زمانہ تو نہیں دیکھا' مگر مولانا سید محمد داؤد غزنوی' مولانا حافظ محمد گوندلوی' مولانا محمد اسمٰعیل سلفی اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کو قریب سے دیکھا ہے۔ ان حضرات کے بارے اپنے تاثرات بیان فرمایئے۔

علامہ شہید نے فرمایا میں نے مولانا ثناء اللہ مرحوم اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کا زمانہ نہیں پایا' مگر ان کی تصانیف کا مطالعہ کیا ہے۔ ان ہر دو حضرات نے اسلام کی نشر و اشاعت' قرآن و سنت کی ترقی و ترویج اور شرک و بدعت کی تردید و توبیخ اور ادیانِ باطلہ کی سرکوبی میں جو نمایاں خدمات سرانجام دیں' میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو نجات دے گا۔

مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی کے
بارے میں علامہ صاحب نے فرمایا کہ حافظ محمد گوندلوی میرے استاد بھی تھے اور سسر بھی۔ میں نے ان جیسا صاحب علم' صاحب تحقیق اور صاحب ورع و تقویٰ عالم نہیں دیکھا۔ تمام علوم اسلامیہ پر ان کی نگاہ یکساں تھی۔ تفسیر' حدیث' فقہ' تاریخ' علم معقول و منقول پر ان کی نظر وسیع تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

مولانا محمد اسمٰعیل السلفی کے بارے میں
علامہ صاحب نے فرمایا کہ مولانا محمد اسمٰعیل السلفی کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ بیک وقت مفسر قرآن' محدث' فقیہ' مورخ' ادیب' دانشور' نقاد' مصنف' متکلم' معلم' خطیب' مقرر تھے اور اللہ تعالیٰ کم ایسے لوگ پیدا کرتا ہے۔ جو بیک وقت ان تمام خوبیوں کا مجموعہ ہو۔ تقریر میں مولانا محمد اسمٰعیل اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ کوئی سیاسی موضوع دیا جائے تو اس پر بھی بڑے اچھے پیرائے میں اظہار خیال کرتے۔ کوئی علمی عنوان دیا جائے' تو اہل علم ان کی تقریر سن کر عش عش کر اٹھتے اور اگر کوئی تاریخی عنوان دیا جائے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ تاریخ سے زیادہ واقفیت رکھنے والا ہمیں کہیں نظر نہیں آتا ع

عجب آزاد مرد تھا خدا مغفرت کرے

مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے بارے
میں علامہ احسان الٰہی ظہیر نے فرمایا کہ مولانا سید محمد داؤد غزنوی ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ خاندان غزنویہ نے برصغیر میں اسلام کی نشر و اشاعت' توحید و سنت کی ترقی و ترویج اور شرک و بدعت کی تردید و توبیخ میں جو کارنامے سرانجام دیئے وہ تاریخ اہلحدیث کا ایک درخشندہ باب ہے۔

مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی ادبی' علمی' قومی و ملی اور سیاسی خدمات سے کس کو انکار ہے۔ کانگرس' جمعیۃ العلماء' مجلس احرار اور مسلم لیگ میں ان کا طوطی بولتا تھا۔ ان جماعتوں میں مولانا داؤد غزنوی کا کیا مقام تھا میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ ''ان جماعتوں میں ان کی رائے کو تسلیم کیا جاتا تھا اور جماعت اہلحدیث کی ترقی و ترویج اور اس جماعت کو فعال بنانے میں ان کی سعی و کوشش بہت زیادہ ہے۔''

مولانا داؤد غزنوی جہاں ایک دینی و ملی و سیاسی رہنما تھے' وہاں عبادت و ریاضت' تقویٰ و طہارت اور زہد و ورع میں بھی بے مثال تھے۔ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کے بارے
میں علامہ صاحب نے یوں اظہار خیال کیا کہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف دیکھنے میں ایک درویش صفت آدمی ہیں' مگر علم کا سمندر ہیں۔ ان کا علمی مرتبہ بہت بلند ہے۔ حدیث اور اسماء الرجال پر ان کی نظر وسیع ہے۔ مطالعہ کا بہت عمدہ ذوق رکھتے ہیں اور کتابوں کے جمع کرنے کا بہت شوق ہے۔ اپنا پیٹ کاٹ کر کتابیں خریدتے ہیں۔ اعلیٰ پایہ کے مدرس و محقق ہیں۔ ان کے علمی تبحر کا اندازہ اور حدیث میں وسعت نظر ان کی کتاب التعلیقات السلفیہ سے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ حواشی امام احمد بن حنبل' حواشی امام ابوحنیفہ اور حواشی امام ابن تیمیہ ان کے علمی شاہکار ہیں۔ ملکی سیاست سے پوری طرح باخبر ہیں۔ مگر اس کا اظہار بہت کم کرتے ہیں' زیادہ وقت علمی کاموں میں صرف کرتے ہیں۔ جماعت اہلحدیث کی تاریخ سے مکمل واقفیت ہے اور جماعت میں جو مد و جذر آئے' ان سے مکمل طور پر آگاہ ہیں اور اس سلسلہ میں بھی زیادہ خاموش رہے ہیں۔ بوقت ضرورت اظہار خیال کرتے ہیں۔ علمائے اہلحدیث کے علاوہ دیوبندی اور بریلوی مسلک کے علماء کرام بھی مولانا کے علم و فضل کے معترف ہیں۔

اس کے بعد مسجد سے بلاوا آ گیا کہ اب علامہ صاحب کی تقریر کا وقت ہو گیا ہے۔ چنانچہ یہ علمی مجلس ختم ہوئی اور علامہ صاحب مسجد میں تقریر کرنے کیلئے تشریف لے گئے۔ علامہ صاحب نے سیرۃ النبی ﷺ پر تقریر کی۔ سامعین کی تعداد علامہ صاحب کے حساب سے کم تھی اور اس کا اظہار علامہ صاحب نے تقریر کرنے سے پہلے کیا۔ تاہم علامہ صاحب نے حاضرین کی کمی کی وجہ سے ایک گھنٹہ تقریر کی اور تقریباً ۱۱ بجے جلسہ ختم ہوا اور علامہ صاحب مولانا نذیر احمد سبحانی کے ہمراہ رات ہی کو لاہور تشریف لے گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆